# چادر میں محبوس ایرانی عورت *

ترجمہ: محمد سعید

۲۲ جون [۱۹۹۸ء] کو صبح سویرے تہران میں عجیب واقعہ رونما ہوا۔ جب ایرانی فٹ بال ٹیم نے ورلڈ کپ میں امریکی ٹیم کو ہرا دیا تو چشم زدن میں جشن کا سماں بن گیا۔ جونہی ہجوم سڑکوں پر امڈ آیا تو کچھ ایرانی خواتین نے اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے سروں کو ڈھانپنے والے اسکارف کھول دیے، سر سے لے کر پاؤں تک ڈھانپنے والی اپنی روایتی چادریں اتار دیں اور اُن مردوں کے بوسے لیے جو اُن کے خاوند نہ تھے۔ کچھ دوسری خواتین نے خوشی میں ڈرائیور حضرات کو گاڑیوں کے ہارن بجانے پر اکسایا۔

ایسے طرزِ عمل کی اسلامی جمہوریہ ایران میں سختی سے ممانعت ہے، لیکن گشت پر موجود فوجیوں اور پولیس کے کارندوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ جان ہاپکنز یونیورسٹی میں ثقافتی مطالعہ کی پروفیسر عذرا نفیسی کہتی ہیں کہ ''بہت سی خواتین نے اپنی چادریں جشن کی خوشی میں ہی نہیں بلکہ اپنی زندگیوں پر بننے والے بوجھ اور حکمران ٹولے سے ناراضی کی علامت کے طور پر بھی اتاری تھیں''۔ ۱۹۷۹ء کے اسلامی انقلاب کے بعد سے، جس نے اعتدال پسند شاہ ایران کا تختہ الٹ دیا تھا خواتین مختلف قسم کے ضوابط کی پابند بنا دی گئی ہیں، جن میں ''حجاب'' نامی ضابطہ لباس بھی شامل ہے۔ خواتین اپنے جسم پر لازمی طور پر سیاہ چادر یا گاؤن اوڑھتی ہیں تاکہ وہ اپنے نسائی خطوط کی غیر ضروری نمائش سے مردوں کی خواہش نفس کو ابھار نہ سکیں۔ مگر اس کے برعکس مرد جیسا لباس چاہیں پہن سکتے ہیں۔ یہ ضابطہ عام خواتین سے اپنے سروں کو اور چہرے کے حصوں کو رومال یا چادر سے ڈھانپنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خواتین کو کالج اور یونیورسٹیوں سے لے کر بسوں اور مساجد تک سماجی زندگی میں مردوں سے تقریباً الگ کر دیا گیا ہے۔ حال

* Anonymous, "Life Under the Chadar for Iranian Women", *CQ Researcher*, Vol. 8, Iss. 47, Dec. 1998. pp. 1103.

ہی میں ایرانی پارلیمان نے جنسی بنیاد پر مردوں اور عورتوں کے اسپتالوں کے الگ الگ قیام کا قانون پاس کیا ہے۔

مرد عورت کے سماجی میل ملاپ پر اور بھی زیادہ پابندیاں ہیں۔ ایسی خواتین اور مرد جو غیر شادی شدہ ہیں، سرِ عام ایک دوسرے کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتے، نہ ہی پیار سے ایک دوسرے کو چھو سکتے ہیں۔ شادی [اپنی مرضی سے] پہلے طے شدہ منصوبے (dating) کی بنیاد پر ایک دوسرے سے کھلے بندوں نہیں کر سکتے۔ خواتین کی اکثریت اپنے والدین کے منتخب کردہ شوہروں سے شادی کرتی ہے۔

عائلی قوانین کے معاملے میں خواتین واضح طور پر بری صورت حال سے دوچار ہیں۔ مثلاً مرد ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے، جیسا کہ بہت سے اسلامی ممالک میں رواج ہے، پھر انہیں طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے اور طلاق کی صورت میں بچوں کو تحویل میں رکھنے کے معاملے میں بھی اُن کو بالادستی حاصل ہے۔ البتہ اگر خاوند بدکار ہے تو پھر عورت عدالت کی منظوری سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

سابق شاہ ایران اور اس کے والد کے زمانہ میں صورت حال اس کے برعکس تھی۔ ایران کو لادینی راستے پر چلانے اور مغرب کے سانچے میں ڈھالنے کی اپنی جامع کوشش میں انہوں نے عورتوں کے اسکولوں اور جامعات میں داخلے اور گھر سے باہر کام کاج کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔ سرِ عام چادر اوڑھنا عملاً ممنوع تھا۔ عورت کی زیادہ سماجی اور معاشی آزادی کے لیے قانون بنائے گئے، جن میں ۱۹۶۷ء کا ''قانونِ تحفظ خاندان'' بھی شامل تھا۔ یہ قانون طلاق اور طلاق کے بعد بچوں کی تحویل کی جنگ میں عورت کے حق کو مضبوط بناتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ کے قیام کے بعد ان قوانین کے برعکس اقدام کیے گئے۔ نفیسی کے مطابق بہت سی خواتین نے ان اقدامات کا مقابلہ کیا۔ چونکہ ایران ایک جدید معاشرہ تھا، اس لیے عورتوں نے چادر اوڑھنے کے قانون کی اتنی مخالفت کی کہ اس قانون کا نفاذ کرنے میں چار سال لگ گئے۔ نفیسی جو چار سال پہلے ایران سے فرار ہوئیں وہ کہتی ہیں ''جب آپ کسی ایرانی عورت کی پیشانی پر گری ہوئی بالوں کی لٹ دیکھیں تو سمجھ لیجیے کہ وہ حجاب کے خلاف احتجاج کر رہی ہے''۔

عورتوں کو مکمل طور پر ایرانی معاشرے سے خارج نہیں کیا جا سکا ہے۔ پارلیمنٹ میں خواتین کی نشستیں ہیں۔ ایک خاتون معصومہ ابتکار کابینہ کی رکن ہیں۔ خواتین کے بااختیار گروہ اور رسائل و جرائد

حقوقِ نسواں میں اضافے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دوسری طرف خواتین کے لیے پیشہ ورانہ ترقی کے بہت سے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ گھروں میں خواتین جین اور اسکرٹ پہنتی ہیں اور بناؤ سنگھار بھی کرتی ہیں۔ چار دیواری کے اندر انہیں مردوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی زیادہ آزادی حاصل ہے۔ واشنگٹن کے انسٹی ٹیوٹ فار نیئر ایسٹ کے ڈائریکٹر پیٹرک کلاسن کہتے ہیں: ''میں سمجھتا ہوں کہ ایرانی عورتیں، سعودی عرب یا خلیجی ریاستوں کے مقابلے میں زیادہ کھلے معاشرے میں زندگی بسر کر رہی ہیں کہ جہاں پر عورتوں کو گاڑی چلانے کی بھی اجازت نہیں ہے''۔